تحقیق وتنقید

ملّت ابراہیمی کے ترکیبی عناصر

جناب محمد رضی الاسلام ندوی

قرآن کریم کے اوّلین مخاطب مشرکین عرب، یہود اور نصاریٰ تھے اور تینوں ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اپنا انتساب کرتے تھے، خود کو ان کے طریقہ ومسلک کا پیرو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا مذہب بعینہ وہی ہے جو حضرت ابراہیم کا تھا۔ لیکن قرآن کریم نے متعدد مقامات پر ان کی تردید کی ہے، ان مذاہب میں شامل مشرکانہ اور باطل عقائد اور غیر الٰہی اجزا پر کاری ضرب لگائی ہے اور ان کے اس دعوی کا ابطال کیا ہے کہ وہ طریقۂ ابراہیمی کے پیرو ہیں۔

يَٰٓأَهْلَ الْكِتَٰبِ لِمَ تُحَآجُّونَ فِىٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمَآ أُنزِلَتِ التَّوْرَىٰةُ وَالْإِنجِيلُ إِلَّا مِنۢ بَعْدِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ ..... مَا كَانَ إِبْرَٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (آل عمران: ۶۵-۶۷)

اے اہل کتاب تم ابراہیم (کے دین) کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو؟ تورات اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی نازل ہوئی ہیں۔ پھر کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے..... ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ تو مسلم حنیف تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

قرآن کہتا ہے کہ توریت وانجیل تحریف کا شکار ہو چکی ہیں اور یہود ونصاریٰ نے خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے خدائی تعلیمات میں اپنی طرف سے بے بنیاد اور باطل چیزیں شامل کرلی ہیں۔ اس لیے اب ہدایت یہودیت سے حاصل ہو سکتی ہے نہ عیسائیت سے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ملت ابراہیمی کی طرف رجوع کیا جائے اور صرف اسی کی پیروی کی جائے:

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَٰرَىٰ تَهْتَدُوا ۗ قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ (البقرہ: ۱۳۵)

یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو تو راہِ راست پاؤ گے۔ عیسائی کہتے ہیں عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ملتِ ابراہیمی کی پیروی کرو۔ اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿﴾	کہو اللہ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے تم کو ابراہیم حنیف کی ملت کی پیروی کرنی چاہیے اور ابراہیم شرک کرنے والوں میں سے نہ تھا۔
(آل عمران - ۹۵)	

قرآن کی اس دعوت کی معنویت اس وقت اور بھی آشکارا ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہود، نصاریٰ اور مشرکین عرب تینوں اپنا شجرۂ نسب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جوڑتے ہیں۔ قرآن انھیں کسی غیر معروف اور اجنبی چیز کی طرف دعوت نہیں دے رہا ہے بلکہ انھیں خود ان کے جدِ امجد حضرت ابراہیم کی ملت کے اتباع کی طرف بلا رہا ہے۔ اس لیے عقل و منطق کا عین تقاضا ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بے چون و چرا پیروی کی جائے اور جن چیزوں کا بعد میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے انھیں مذہب میں شامل کر لیا گیا ہے انھیں ترک کر دیا جائے۔

پیشِ نظر مقالہ میں اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ ملت ابراہیمی سے کیا مراد ہے؟ اس کے اہم اور بنیادی عناصر کیا ہیں؟ حضرت ابراہیم کی اصولی تعلیمات کیا تھیں؟ اور ملتِ ابراہیمی کی اتباع سے مراد کن چیزوں کی اتباع ہے؟ چونکہ قرآن نے یہود و نصاریٰ کو بھی ملتِ ابراہیمی کی اتباع کی دعوت دی ہے اس لیے کوشش کی گئی ہے کہ ملتِ ابراہیمی کے عناصر کی تحقیق کرتے ہوئے قرآن کے ساتھ ساتھ توریت اور انجیل کے بھی حوالے دیے جائیں تاکہ ان پر اتمام حجت ہو سکے۔

ملت کا مفہوم

لغت میں ملت، سنت اور طریقہ کے معنی میں آتا ہے۔ لسان العرب میں ہے۔

قال ابو اسحاق: الملة فی اللغة سنتهم وطریقهم[۹]	ابو اسحاق کہتے ہیں: لغت میں ملت کے معنی سنت اور طریقہ کے ہیں۔

قرآن اور حدیث میں ملت کا استعمال اصولی طور پر دین کے معنی میں ہوا ہے۔ خواہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ دین ہو یا تحریف شدہ یا خود انسانوں کا وضع کردہ۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے جیل کے ساتھیوں کے سامنے دعوت پیش کی تو فرمایا۔

اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ	میں نے ان لوگوں کی ملت چھوڑ دی ہے

بِاللّٰہِ وَھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ کٰفِرُوۡنَ (یوسف: ۳۷) جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

انھوں نے توحید و آخرت کا انکار کرنے والوں کے مذہب کو ملت سے تعبیر کیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ پر ایمان لانے کی دعوت دی اور برابر تولنے کا حکم دیا تو اس نے وارننگ دیتے ہوئے کہا:

لَنُخۡرِجَنَّکَ یٰشُعَیۡبُ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَکَ مِنۡ قَرۡیَتِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا ؕ (الاعراف: ۸۸)

اے شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔

اس کے جواب میں حضرت شعیبؑ نے فرمایا:

قَدِ افۡتَرَیۡنَا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اِنۡ عُدۡنَا فِیۡ مِلَّتِکُمۡ (الاعراف - ۸۹)

ہم اللہ پر جھوٹ گھڑنے والے ہوں گے اگر تمہاری ملت میں پلٹ آئیں۔

یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی اپنے مذہب کو ملت کہا اور خود حضرت شعیبؑ نے بھی اسے ــــ باوجودیکہ وہ باطل بنیادوں پر قائم تھا ــــ ملت سے تعبیر کیا۔

ان سے پہلے قوم نوح، عاد اور ثمود بھی اپنے پیغمبروں سے کہہ چکی تھیں۔

لَنُخۡرِجَنَّکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِیۡ مِلَّتِنَا (ابراہیم - ۱۳)

ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے ورنہ تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔

قرآن میں یہودیت اور نصرانیت کے لیے بھی ملت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نبی آخر الزماںؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَلَنۡ تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَہُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَہُمۡ (البقرہ - ۱۲۰)

یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کی ملت کی اتباع نہ کرنے لگو۔

اصحاب کہف کی قوم عیسائیت کی پیرو تھی۔ جب اصحاب کہف نے توحید کی صدا بلند کی اور حق کا اعلان کیا تو اس معاشرہ میں ان کا رہنا دوبھر ہوگیا۔ اس وقت انھوں نے ایک غار میں پناہ لینے کا منصوبہ بنایا اور آپس میں مشورہ کرتے ہوئے اس اندیشہ کا اظہار کیا:

اِنَّہُمۡ اِنۡ یَّظۡہَرُوۡا عَلَیۡکُمۡ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ — بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے۔ (الکہف : ۲۰)

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی صدا بلند کی تو آپ کی قوم نے بڑے ہی استکبار سے کہا تھا:

مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ — یہ بات ہم نے زمانۂ قریب کی ملت میں کسی سے نہیں سنی۔ یہ تو صرف ایک من گھڑت بات ہے۔ (ص۔ ۷)

اس آیت میں 'ملت آخرۃ' سے کیا مراد ہے؟ اس میں کچھ اختلاف ہے۔ ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس، قرظی اور سدی سے نقل کیا ہے کہ 'ملت آخرۃ' سے مراد نصرانیت ہے۔ جبکہ مجاہد اور قتادہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کا مذہب ہے[۲]۔ بہرحال دونوں میں تحریف واقع ہو گئی تھی اور باطل عقائد و نظریات شامل ہو گئے تھے۔

اسی طرح ملت کا اطلاق اسلام پر بھی کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔

لا يتوارث أهل ملتين[۳] — دو اشخاص جو الگ الگ ملت کی پیروی کرنے والے ہوں۔ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

دوسری حدیث سے اس کی تشریح ہوتی ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

لا يرث المسلم الكافر ولا الكافر المسلم[۴] — مسلمان اور کافر دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔

معلوم ہوا کہ ملت کا اطلاق اسلام پر بھی ہوتا ہے اور غیر اسلام یعنی کفر پر بھی۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من حلف بملة غير الاسلام كاذبا متعمداً فهو كما قال[۵] — جو شخص اسلام کے علاوہ کسی دوسری ملت کی قسم کھائے اور جان بوجھ کر کذب بیانی کرے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے کہا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ملت کا اطلاق اسلام اور غیر اسلام دونوں پر ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

كل مولود يولد على هذه الملة[۶] — ہر بچہ اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے۔

اس حدیث میں ملت سے مراد اسلام یعنی فطرت الٰہی ہے۔

ملت کا اطلاق ایک مذہب کے مختلف فرقوں پر بھی کیا گیا ہے۔ مشہور حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة، وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلھم فی النار الاملة واحدة، قالوا من ھی یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی ؎	بنی اسرائیل بہتّر ملتوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتّر ملتوں میں بٹ جائے گی لیکن سوائے ایک ملت کے سب جہنمی ہوں گے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ کون سی ملت ہوگی، فرمایا وہ جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقے پر قائم ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں جسے ترمذی ہی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے ملت کی جگہ فرقہ کا لفظ آیا ہے ؎ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں ملت کا استعمال فرقہ کے معنی میں ہوا ہے۔

راغب اصفہانی نے لکھا ہے:

الملة (کالدین) وھواسم لما شرع اللہ تعالیٰ لعبادہ علی لسان الانبیاء لیتوصلوا بہ الی جوار اللہ ؎	دین کی طرح ملت بھی اس دستور الٰہی کا نام ہے جو اللہ اپنے بندوں کے لیے جاری فرماتا ہے تاکہ اس پر چل کر انسان قرب خداوندی حاصل کرسکے اور یہ دستور انبیاء کی وساطت سے بندوں تک پہنچتا ہے

امام راغب کا یہ بیان صحیح نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ پیچھے گزر چکا ہے کہ ملت کا اطلاق باطل مذہب پر بھی ہوتا ہے۔ ان کے اس قول کی تاویل مصنف لغات القرآن نے یہ کی ہے:

"شاید راغب کی مراد یہ ہو کہ ملت اصل میں تو دستور الٰہی کا ہی نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے لیکن اگر انسانی دماغ کبھی اس میں خورد برد کرلیں اور بگاڑ دیں تب بھی بطور مجاز اس پر لفظ ملت کا اطلاق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خورد برد کرنے والوں کے دعوی میں تو شکستہ بریدہ دین یا دستور بھی اللہ کا بھیجا ہوا دین ہوتا ہے۔ واللہ اعلم" ؎

راغب اصفہانی نے ملت اور دین کا فرق بتلاتے ہوئے لکھا ہے کہ "لفظ ملت کی اضافت صرف کسی نبی کی طرف ہوتی ہے۔ اس کی نسبت نہ اللہ کی طرف ہوتی ہے اور نہ نبی کی امت کے کسی فرد کی طرف"۔[۱۱]

یہ بات بھی صحیح نہیں اس لیے کہ پیچھے ذکر کی ہوئی متعدد آیات میں ملت کی اضافت غیر انبیاء کی طرف موجود ہے مشہور حدیث ہے کہ جناب ابوطالب کے مرض الوفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہاں مشہور سرداران مکہ ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وغیرہ موجود تھے۔ آپؐ نے چچا سے فرمایا: اے چچا جان آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کے لیے محاجّہ کر سکوں۔ ان دونوں نے کہا اترغب عن ملۃ عبد المطلب ؟ (کیا آپ عبد المطلب کی ملت سے روگردانی اختیار کریں گے؟) چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انھیں بار بار لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرتے رہے اور وہ دونوں اس سے روکنے کی کوششیں کرتے رہے یہاں تک کہ جو آخری جملہ ابوطالب کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا: علی ملۃ عبد المطلب[۱۲] (میں عبد المطلب کی ملت پر ہوں) اس حدیث میں بھی ملت کی اضافت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔

راغب کے اس قول کی تاویل بھی مصنف لغات القرآن نے یہ کی ہے کہ "لفظ ملت کی انبیاء کے ساتھ تخصیص بھی امام کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ ملت صرف دستور الٰہی کا نام ہے جو انبیاء کی معرفت بھیجا جاتا ہے ورنہ غیر انبیاء کی طرف اضافت خود سورہ یوسف آیت[۳۷] میں موجود ہے"۔[۱۳]

راغب اصفہانی نے ملت کے اشتقاق کی طرف یوں اشارہ کیا ہے:

واصل الملۃ من امللت الکتاب، قال تعالیٰ (فلیملل الذی علیہ الحق ..... فان کان الذی علیہ الحق سفیھا اوضعیفا اولا یستطیع ان یملّ فلیملل ولیہ) وتقال الملۃ اعتبارًا بالشیٔ الذی شرعہ اللّٰہ[۱۴]	ملت کی اصل 'املت الکتاب' سے ہے جس کے معنی ہیں تحریر لکھوانا۔ ارشاد باری ہے "لکھوائے وہ شخص جس پر حق آتا ہے یعنی قرض لینے والا ...... لیکن اگر قرض لینے والا نادان یا ضعیف ہو یا لکھوا نہ سکتا ہو تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ لکھوائے" اور ملت اس چیز کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے۔

لسان العرب میں ہے :

الملة : الدین لملة الاسلام والنصرانیة والیھودیة ، وقیل ھی معظم الدین وجملة مایجئ بہ الرسل

ملت سے مراد دین ہے ۔ مثلاً اسلام، نصرانیت اور یہودیت یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد دین کا بڑا حصہ اور پیغبروں کی لائی ہوئی تعلیمات ہیں۔

اگرچہ بعض احادیث میں ملت کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بھی کی گئی ہے لیکن قرآن نے انبیاء میں سے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اس کی نسبت کی ہے ۔ اس نے ملت ابراہیمی کو سیدھا سچا دین قرار دیا ہے (الانعام - ۱۶۱) لوگوں کو اس کے اتباع کی دعوت دی ہے (آل عمران - ۹۵، الحج - ۷۸) اس کی اتباع کرنے والوں کو بہترین دین کا پیرو (النساء - ۱۲۵) اور اس سے اعراض کرنے والے کو بیوقوف اور نادان قرار دیا ہے (البقرہ - ۱۳۰) حضرت یوسف اپنے آباء حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام کی ملت کی اتباع پر فخر کرتے ہیں (یوسف - ۳۸) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے (النحل - ۱۲۳)

ملتِ ابراہیمی کے بنیادی عناصر

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پیغمبروں میں سے ہیں جن پر کتاب نازل ہوئی ۔ قرآن نے صحف ابراہیم کا تذکرہ دو مقامات پر کیا ہے (سورۂ النجم اور سورۂ الاعلیٰ) اور اس کی بعض تعلیمات کا حوالہ دیا ہے ۔ آج اگر صحف ابراہیم دنیا میں موجود ہوتے تو وہ آپ کی تعلیمات اور آپ کی ملت کے عناصر جاننے کا بہترین ذریعہ ہوتے ۔ لیکن چونکہ وہ زمانے کے ہاتھوں نابود ہو چکے ہیں اس لیے ملتِ ابراہیمی کے بارے میں ہمارے پاس معلومات کا ذریعہ صرف کتب مقدسہ ہیں ۔ توریت کی کتاب پیدائش میں حضرت ابراہیم کا تفصیل سے تذکرہ موجود ہے ۔ اس کی دوسری کتابوں اور اناجیل میں بھی آپ کے بارے میں بعض اشارات ملتے ہیں ۔ لیکن توریت و انجیل میں تحریف اب پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اور خود اہلِ کتاب اس کا اعتراف کرنے لگے ہیں پھر بھی بہت سی باتیں ان میں حقیقت سے قریب مل جاتی ہیں جن کی قرآن سے بھی تائید و تصدیق ہوتی ہے ۔ حضرت ابراہیم کی تعلیمات اور آپ کی ملت کے عناصر

جاننے کا سب سے مستند ذریعہ ہمارے پاس قرآن کریم ہے۔ قرآن نے آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ آپ کی تعلیمات کا مفصل تذکرہ کیا ہے صحف ابراہیم کے حوالے دئیے ہیں اور ملت ابراہیمی کے ارکان و عناصر کی طرف اشارات کیے ہیں۔ ذیل میں ہم توریت، انجیل اور قرآن کے حوالوں کی روشنی میں ملت ابراہیمی کے عناصر جاننے اور ان کی تفصیلات معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ توحید

حضرت ابراہیم کی زندگی کا نمایاں ترین وصف وحدانیت خداوندی پر ایمان ہے۔ آپ نے ایسے معاشرہ میں پرورش پائی جو کفر و شرک اور بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ صرف آپ کا معاشرہ ہی نہیں بلکہ تقریباً پوری دنیا شرک کی لپیٹ میں تھی بابل، شام اور مصر ہر جگہ اصنام پرستی زوروں پر تھی۔ خدائی کو سیکڑوں ہزاروں اصنام و اوثان میں تقسیم کر دیا گیا تھا[۱۹]۔ آپ جس خاندان میں پیدا ہوئے وہ نہ صرف بت پرست تھا بلکہ اسے پروہت کا منصب بھی حاصل تھا۔ توریت انجیل اور قرآن سب اس پر متفق ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا باپ بت سازی کرتا تھا اور اسے سوسائٹی میں اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ توریت میں ہے:

> "خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تمہارے آبا یعنی ابرہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے"[۲۰]

انجیل برنباس میں ہے:

> "ابرہام کا باپ بت ساز تھا جو جھوٹے خدا بناتا اور پوجتا تھا"[۲۱]
> "ہمارے باپ ابرہام کا باپ بے دین تھا کیوں کہ وہ باطل خدا بناتا اور پوجتا تھا"[۲۲]

قرآن کہتا ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً	ابراہیم کا واقعہ یاد کرو جب کہ اس نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا: کیا تو بتوں کو خدا بناتا ہے؟ (الانعام:۷۴)

بت پرستی کے اس ماحول کے باوجود جس میں حضرت ابراہیم گھرے ہوئے تھے۔

آپ نے فطرتِ سلیم سے کام لیتے ہوئے معرفتِ الٰہی حاصل کی۔ بت پرستی کا انکار کیا شرک سے برارت ظاہر کی اور ببانگ دہل خدا کی وحدانیت کا اعلان کیا:

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (الانعام—۷۹)

میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے آسمان اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصبِ رسالت سے سرفراز فرمایا تو آپ نے اپنے باپ، خاندان اور قوم کو دعوت دینی شروع کی انھیں شرک اور بت پرستی سے روکا۔ مختلف طریقوں سے انھیں سمجھانے کی کوشش کی، شرک کے معائب ونقائص اور برے نتائج بیان کیے اور صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلایا، قرآن نے مختلف سورتوں میں کہیں تفصیل اور کہیں اختصار سے آپ کی دعوت کو پیش کیا ہے[۲۳] سورہ شعراء میں ہے:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ○ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ○ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ○ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ○ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ○ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ○ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ○ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ○ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ○ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ○ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ○ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ○

اور انھیں ابراہیم کا قصہ سناؤ جبکہ اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے پوچھا تھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کچھ بت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں اور انہی کی خدمت میں ہم لگے رہتے ہیں۔ اس نے پوچھا کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ یا یہ تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا نہیں بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔ اس پر ابراہیم نے کہا کبھی تم نے (آنکھیں کھول کر) ان چیزوں کو دیکھا بھی جن کی بندگی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا بجا لاتے رہے۔ میرے تو یہ سب دشمن ہیں بجز ایک رب العالمین کے

وَالَّذِیٓ اَطۡمَعُ اَنۡ یَّغۡفِرَ لِیۡ خَطِیٓـَٔتِیۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ؕ (الشعراء: ۶۹-۸۲)	جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے جو مجھے موت دے گا اور پھر دوبارہ مجھ کو زندگی بخشے گا اور جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز جزا میں وہ میری خطا معاف فرما دے گا۔

یہی نہیں بلکہ ایک موقع پر بت خانہ کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے قوم کے سامنے عملاً ان کی بے بضاعتی ثابت کر دی اور ان پر حجت تمام کر دی[۲۲]۔ بعد میں جب قوم نے آپ کا رہنا دوبھر کر دیا تو حکم الٰہی سے ہجرت کر کے آپ جہاں جہاں بھی گئے وہاں لوگوں کو خدائے واحد کی طرف دعوت دی اور آخر میں جب "بے آب و گیاہ وادی" پہنچے تو وہاں خدائے واحد کی عبادت کے لیے خانۂ کعبہ کی بنیاد اٹھائی۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ شرک سے دور رہو اور خانۂ کعبہ کی تعمیر توحید کے مرکز کی حیثیت سے کرو:

وَاِذۡ بَوَّاۡنَا لِاِبۡرٰهِیۡمَ مَكَانَ الۡبَیۡتِ اَنۡ لَّا تُشۡرِكۡ بِیۡ شَیۡـًٔا وَّطَهِّرۡ بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَ الۡقَآئِمِیۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ؕ (الحج - ۲۶)	یاد کرو وہ وقت جبکہ ہم نے ابراہیم کے لیے اس گھر (خانۂ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

حضرت ابراہیمؑ توحید پر کتنی سختی سے قائم تھے اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ آپ نے جب اللہ تعالیٰ سے شہر مکہ کو گہوارۂ امن بنانے اور وہاں پھلوں کی بہتات کرنے کی دعا کی تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنی نعمتوں سے صرف ان لوگوں کو نواز جو تجھ پر ایمان لائیں

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ	(یاد کرو اس وقت کو) جب ابراہیم نے دعا کی اے میرے رب اس شہر کو امن کا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں میں سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں ان

الْاٰخِرِ (البقرہ: ۱۲۶) ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔

قرآن کریم نے حضرت ابراہیمؑ کی صفتِ ایمان کو واضح کرنے کے لیے متعدد الفاظ اور تعبیریں استعمال کی ہیں۔ ایک جگہ ہے:

اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ (الصافات ۱۱۱) یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ (الانبیاء ـ ۵۱) اس سے بھی پہلے ہم نے ابراہیم کو اس کی ہوشمندی بخشی تھی۔

ایک جگہ قرآن آپ کو 'قلب سلیم' کا حامل قرار دیتا ہے:

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ (الصافات ۸۳) اور نوح ہی کے طریقے پر چلنے والا ابراہیم تھا جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر آیا۔

ابن عباسؓ، مجاہد، محمد بن سیرین وغیرہ نے سلیم کا مطلب شرک سے محفوظ بتلایا ہے[۲۵]

قرآن نے آپ کی ایک صفت 'حنیف' کا متعدد مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل ـ ۱۲۰) بیشک ابراہیم اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا اللہ کا مطیعِ فرمان اور یکسو۔ وہ کبھی مشرک نہ تھا۔

كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (آل عمران ـ ۶۷) وہ تو ایک مسلم حنیف تھا اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔

حنیف دراصل اس شخص کو کہتے ہیں جو شرک سے بالقصد اعراض کرکے اور اسے علی وجہ البصیرت ترک کرکے حق کی طرف رجوع ہو۔ اس طور پر کہ اسے کوئی چیز حق قبول کرنے سے باز نہ رکھ سکے[۲۶] اس کا استعمال شرک کے بالمقابل ہوا ہے چنانچہ قرآن نے جہاں جہاں حنیف کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں اس کے ساتھ شرک کی نفی ضرور کی ہے قرآن نے صحف ابراہیمی کا جو حوالہ دیا ہے اس میں بھی توحید پر بہت زور دیا گیا ہے۔ سورہ نجم میں ہے:

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝ کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں

......وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ (النجم: ۴۳-۴۹)	میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا...... یہ کہ اسی نے ہنسایا اور اسی نے رلایا اور یہ کہ اسی نے موت دی اور اسی نے زندگی بخشی اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا پیدا کیا ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے اور یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے اور یہ کہ اس نے غنی کیا اور جائداد بخشی اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔

ملت ابراہیمی میں توحید کی اہمیت اور اس کے اعلیٰ مقام کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے ساتھیوں کے سامنے جب حق کی دعوت پیش کی تو شرک کے معائب اور نقائص بیان کرتے ہوئے اس کے بالمقابل ملت ابراہیمی کا حوالہ دیا اور عقلی انداز میں ان کے سامنے عقیدۂ توحید پیش کیا:

اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِىْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَىِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ	میں نے ان لوگوں کا طریقہ چھوڑ کر جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں اپنے بزرگوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کی ملت کی پیروی کی ہے، ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ درحقیقت یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور تمام انسانوں پر (کہ اس نے اپنے سوا کسی کا بندہ ہمیں نہیں بنایا) مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اے زنداں کے ساتھیو! تم خود ہی سوچو کہ بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے؟ اس کو چھوڑ کر تم جن

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (یوسف: ۳۷-۴۰)	کی بندگی کررہے ہو وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیے ہیں اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ فرماں روائی کا اقتدار اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہے اس کا حکم ہے کہ خود اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو یہی ٹھیٹھ سیدھا طریق زندگی ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

توریت میں بھی حضرت ابراہیم کے ایمان کی تصدیق کی گئی ہے۔ کتاب پیدائش میں ہے:

"اور وہ خدا پر ایمان لایا اور اسے اس نے اس کے حق میں راستبازی شمار کیا۔"[۲۴]

اناجیل میں بھی اس جملہ کو متعدد مقامات پر دہرایا گیا ہے اور اس کی تشریح کی گئی ہے (اگرچہ ان مقامات پر ایمان کو شریعت کے بالمقابل ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے) مثلاً ایک جگہ ہے:

"ایمان ہی کے سبب سے ابرہام جب بلایا گیا تو حکم مان کر اس جگہ چلا گیا جسے میراث میں لینے والا تھا...... ایمان ہی سے اس نے ملک موعود میں اس طرح مسافرانہ طور پر بود و باش اختیار کی کہ گویا غیر ملک ہے...... ایمان ہی سے ابرہام نے آزمائش کے وقت اضحاق کو نذر گزرانا"[۲۵]

۲۔ رسالت

حضرت ابراہیم کی تعلیمات میں رسالت کا بہت واضح تصور موجود ہے۔ آپ اپنے باپ اور قوم کو دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہوتا ہے۔ اسے کچھ خصوصی علم سے نوازا جاتا ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے ہدایت سے فیض یاب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو احکام نبی لے کر آئے انھیں قبول کر کے ان پر عمل کیا جائے اور نبی کی پیروی کی جائے۔ آپ نے بعثت کے بعد جب اپنے

باپ کو راہِ حق کی دعوت دی اور اس کے سامنے بت پرستی کے نقائص و معائب واضح کیے تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَ نِیْ مِنَ	اباجان میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے
الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْٓ	جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ آپ میرے پیچھے
اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِیًّا ۝ (مریم:۴۳)	چلیں میں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

نبی جب دعوت دیتا ہے اور مخاطبین کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے تو وہ اپنی دعوت پر گواہ بھی ہوتا ہے۔ وہ اعلان کرتا ہے کہ عبادت کے لائق صرف ایک ہی ذات ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور جو سب کو روزی بہم پہنچا رہا ہے حضرت ابراہیم نے جب اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور بت پرستی پر کاری ضرب لگائی تو وہ بوکھلا گئی۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ ابراہیم یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں چنانچہ اس نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ سنجیدہ باتیں ہیں یا محض کوئی کھیل تماشہ ہے؟ اس پر حضرت ابراہیم نے جواب دیا:

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اس نے جواب دیا نہیں بلکہ فی الواقع
الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ وَاَنَا عَلٰی	تمہارا رب وہی ہے جو زمین اور آسمانوں
ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝	کا رب اور ان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اس
(الانبیاء: ۵۶)	پر میں تمہارے سامنے گواہی دیتا ہوں۔

لیکن نبی کسی کو ہدایت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس کا کام بس یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذمہ تبلیغ وحی کا جو فریضہ عائد کیا ہے اسے بے کم و کاست پہنچا دے۔ اب اگر کوئی شخص ایمان لاتا ہے تو خود اسی کا فائدہ ہے اور اگر کوئی انکار کرتا ہے تو اس کی سزا اسی کو بھگتنا ہوگی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم کو جب توحید، عبادت الٰہی اور تقویٰ کے فائدے اور شرک اور بت پرستی کے نقصانات بتلائے تو ساتھ ہی اس سے بھی خبردار کیا:

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ	اور اگر تم جھٹلاتے ہو تو تم سے پہلے بہت
مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ	سی قومیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول پر صاف
اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝	صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری
(العنکبوت: ۱۸)	نہیں ہے۔

۳۔ آخرت

آخرت پر ایمان ملتِ ابراہیمی کے اہم عناصر میں سے ہے۔ عموماً اس کا ذکر دعوتِ ابراہیمی میں ایمان باللہ اور ایمان بالرسالہ کے ساتھ آتا ہے۔ بعثت کے بعد اپنے باپ کو دعوت دیتے ہوئے انتہائی نرمی اور دلسوزی کے ساتھ جہاں حضرت ابراہیم نے اللہ پر ایمان لانے اور انھیں اس کا پیغمبر ماننے کی دعوت دی، وہیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

یٰٓاَبَتِ اِنِّیٓ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ	ابا جان مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ رحمٰن کے
عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ	عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں اور شیطان کے
لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ۝ (مریم: ۴۵)	ساتھی بن کر رہیں۔

اپنے باپ اور اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے انھیں شرک کے انجام سے ڈراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر انھوں نے بت پرستی ترک نہ کی تو انھیں آخرت میں اپنے انجام سے ڈرنا چاہیے جب اللہ تعالیٰ انھیں اس کی سزا دے گا اور عذاب میں مبتلا کرے گا:

اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا	جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم
تَعْبُدُوْنَ ۝ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ	سے کہا: یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت
اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ	کر رہے ہو؟ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے
الْعٰلَمِیْنَ ۝	ہوئے معبود چاہتے ہو؟ آخر رب العالمین
(الصافات: ۸۵-۸۷)	کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟

اپنے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ اور اس کی صفات پر ایمان کے ساتھ ساتھ آخرت پر ایمان کا بھی تذکرہ کرتے ہیں:

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ	میرے تو یہ سب دشمن ہیں۔ بجز ایک
...... وَالَّذِیْٓ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ	رب العالمین کے ...... جس سے میں امید
خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ	رکھتا ہوں کہ روز جزا میں وہ میری خطا
(الشعرا: ۷۷ — ۸۲)	معاف فرما دے گا۔

اپنی قوم کو بت پرستی کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	تم نے دنیا کی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر

اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ	بتوں کو اپنے درمیان محبت کا ذریعہ بنا
الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ	لیا ہے مگر قیامت کے روز تم ایک
بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ	دوسرے کا انکار اور ایک دوسرے پر
بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ	لعنت کروگے اور آگ تمہارا ٹھکانہ ہوگی
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۲۵)	اور کوئی تمہارا مددگار نہ ہوگا۔

مزید فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ	درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا	کرتے ہو وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا
فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ	اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو اور
وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ اِلَيْهِ	اسی کی بندگی کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔
تُرْجَعُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۱۷)	اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو

حضرت ابراہیمؑ نے جب بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ اس بے آب وگیاہ وادی کو پر امن شہر بنادے اور یہاں رہنے والوں کو پھلوں کی روزی عطا فرما تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اپنی ان نعمتوں سے صرف انھیں لوگوں کو بہرہ ور فرما جو تجھ پر ایمان لائیں اور ساتھ ہی آخرت پر ایمان رکھیں:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ	یاد کرو وہ وقت جب ابراہیمؑ نے دعا
هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ	کی اے میرے رب اس کو امن کا شہر
اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ	بنادے اور اس کے باشندوں میں
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	سے جو اللہ اور آخرت کو مانیں انھیں
(البقرہ: ۱۲۶)	ہر قسم کے پھلوں کا رزق دے۔

آخرت کا تصور صحف ابراہیمی کی ان تعلیمات میں بھی ملتا ہے جن کا قرآن نے حوالہ دیا ہے:

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝	مگر تم لوگ، دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو
وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝	حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی
اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝	ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝	میں بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے
(الاعلیٰ: ۱۶-۱۹)	صحیفوں میں۔

اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰیۙ۝	کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی
وَ اِبۡرٰهِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ۝	جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم
وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الۡمُنۡتَهٰی ۝	کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے
وَ اَنَّ عَلَیۡهِ النَّشۡاَۃَ الۡاُخۡرٰی ۝	وفا کا حق ادا کر دیا..... یہ کہ آخر کار پہنچنا
(النجم : ۳۶ - ۴۷)	تیرے رب ہی کے پاس ہے .....اور
	یہ کہ دوسری زندگی بخشنا بھی اسی کے ذمہ ہے۔

یہی نہیں بلکہ صحف ابراہیم میں تصور آخرت کے ساتھ جزا و سزا کی بھی صراحت ملتی ہے :

وَ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝	اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر
وَ اَنَّ سَعۡیَهٗ سَوۡفَ یُرٰی ۝	وہ جس کی اس نے سعی کی ہے اور یہ کہ
ثُمَّ یُجۡزٰىهُ الۡجَزَآءَ الۡاَوۡفٰی ۝	اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی پھر
(النجم : ۳۹-۴۱)	اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی.

۴۔ اطاعت اور سرافگندگی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی نگاہوں کے سامنے ہو تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے خود کو پورے طور پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے ارشادات و احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے آپ ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ قرآن کے ساتھ توریت میں بھی آپ کی اطاعت الٰہی کا بارہا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ نے وطن میں رہ کر دعوت دینے کا حکم دیا آپ سخت سے سخت حالات کی پروا کیے بغیر فریضۂ دعوت ادا کرتے رہے۔ پھر جب اس نے آپ کو ہجرت کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اس حکم کے آگے بھی سر تسلیم خم کر دیا، توریت میں ہے:

"خداوند نے ابرام سے کہا کہ تو اپنے وطن اور اپنے ناتے داروں کے بیچ سے اور اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اس ملک میں جا، جو میں تجھے دکھاؤں گا ......سو ابرام خدا کے کہنے کے مطابق چل پڑا"[۲۹]

انجیل برناباس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے کاہنوں سے فرمایا:

"میں تمہارے خلاف پکار کر کہتا ہوں کہ تم شیطان کی اولاد ہو نہ کہ ابرہام کی جس نے

خدا کی محبت میں اپنے باپ کا گھر چھوڑ دیا اور اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گیا"[۳۰]

قرآن کہتا ہے:

وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ (العنکبوت: ۲۶)	اور ابراہیم نے کہا میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں۔

"خدا کے کہنے کے مطابق"، "خدا کی محبت میں" اور "رب کی طرف ہجرت" کے الفاظ سے آپ کی کامل اطاعتِ الٰہی کی پوری طرح وضاحت ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی آزمائش کرتے ہوئے اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تو بلا ادنیٰ تأمل اس پر بھی تیار ہو گئے اور ٹھیک ٹھیک اس کے حکم کے مطابق عمل کر دکھایا، توریت میں ہے:

"ابرہام نے ہاتھ بڑھا کر چھری لی کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرے۔ تب خداوند کے فرشتے نے اسے آسمان سے پکارا کہ اے ابرہام اے ابرہام اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر کیوں کہ میں اب جان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے"[۳۱]

"تو خدا سے ڈرتا ہے" کے الفاظ سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اطاعت و خود سپردگی پر مہرِ تصدیق ثبت فرما دی۔ خود توریت نے اس واقعۂ قربانی کو سراسر اطاعت قرار دیا ہے:

"خداوند فرماتا ہے چونکہ تو نے یہ کام کیا کہ اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے دریغ نہ رکھا اس لیے میں نے بھی اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا..... کیونکہ تو نے میری بات مانی"[۳۲]

قرآن کریم نے اس سلسلہ میں بڑی خوبصورت تعبیر اختیار کی ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات: ۱۰۳-۱۰۵)	آخر کو جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

"اسلام" کے معنی اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت، خود سپردگی و سرافگندگی اور نفس کو مرضیٔ الٰہی

کے تابع کرنا ہے قرآن نے اسے ملت ابراہیمی کا ایک اہم رکن قرار دیا ہے اور بتلایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے خود سپردگی اور اطاعت کامل کا مطالبہ کیا تو انھوں نے بلا تامل سر تسلیم خم کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ اپنی اولاد کو بھی اسی کی وصیت کی :

وَمَنۡ يَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ اِلَّا مَنۡ سَفِهَ نَفۡسَهٗ ‌ؕ وَلَقَدِ اصۡطَفَيۡنٰهُ فِى الدُّنۡيَا ‌ۚ وَاِنَّهٗ فِى الۡاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ○ اِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسۡلِمۡ‌ ۙ قَالَ اَسۡلَمۡتُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ○ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبۡرٰهٖمُ بَنِيۡهِ وَ يَعۡقُوۡبُ ؕ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰى لَـكُمُ الدِّيۡنَ فَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡـتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ○ (البقرہ: ۱۳۰-۱۳۲)	اب کون ہے جو ابراہیم کی ملت کو ناپسند کرے؟ جس نے خود اپنے آپ کو حماقت وجہالت میں مبتلا کر لیا ہو اس کے سوا کون یہ حرکت کر سکتا ہے۔ ابراہیم تو وہ شخص ہے جس کو ہم نے دنیا میں اپنے کام کے لیے چن لیا تھا اور آخرت میں اس کا شمار صالحین میں ہوگا۔ اس کا حال یہ تھا کہ جب اس کے رب نے اس سے کہا مسلم ہو جا تو اس نے فوراً کہا میں مالک کائنات کا مسلم ہو گیا۔ اسی ملت پر چلنے کی ہدایت اس نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اسی کی وصیت یعقوب اپنی اولاد کو کر گیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میرے بچو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا۔

یہی نہیں بلکہ ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی دعا کی کہ ان کی نسل میں ایک ایسی امت برپا کرے جو پوری طرح اس کی وفادار ہو اور جو اپنے آپ کو اس کی مرضی کے تابع کر دے:

رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ (البقرہ- ۱۲۸)	اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا اور ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔

توریت میں بھی اس قسم کے مضامین موجود ہیں :

"خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدای قادر ہوں تو میرے

حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے
بہت زیادہ بڑھاؤں گا. تب ابرام سرنگوں ہوگیا'' [۳۳]

"خداوند نے کہا کہ جو کچھ میں کرنے کو ہوں کیا اسے ابرہام سے پوشیدہ رکھوں.
ابرہام سے تو ایک بڑی اور زبردست قوم پیدا ہوگی اور زمین کی سب قومیں
اس کے وسیلہ سے برکت پائیں گی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے بیٹوں
اور گھرانے کو جو اس کے پیچھے رہ جائیں گے وصیت کرے گا کہ وہ خداوند
کی راہ میں قائم رہ کر عدل و انصاف کریں'' [۳۴]

کتاب نحمیاہ میں ہے:

یشوع اور قدمی ایل اور بانی اور حسبنیاہ اور سربیاہ اور ہودیاہ اور فتحیاہ لاویوں نے
کہا: کھڑے ہو جاؤ اور کہو: خداوند ہمارا خدا ازل سے ابد تک مبارک ہے ......
تو وہ خداوند خدا ہے جس نے ابرام کو چن لیا اور اسے کسدیوں کے اور سے نکال
لایا اور اس کا نام ابرہام رکھا، تو نے اس کا دل اپنے حضور وفادار پایا'' [۳۵]

قرآن کریم نے متعدد مقامات پر سیرت ابراہیمی کے مختلف پہلوؤں کو آشکارا کرتے ہوئے اطاعت الٰہی کو خوب نمایاں کیا ہے:

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ہود: ۷۵)	حقیقت میں ابراہیم بڑا حلیم اور نرم دل آدمی تھا اور ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرتا تھا.
اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا وَّلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (النحل: ۱۲۰)	بیشک ابراہیم اپنی ذات سے ایک پوری امت تھا. اللہ کا مطیع فرمان اور حنیف. وہ کبھی مشرک نہ تھا.

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ 'قانت' کے معنیٰ 'اطاعت کرنے والا' ہے [۳۶]

مولانا فراہیؒ نے اصول تاویل کی بنیاد پر اور اشعار جاہلیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امت کے معنیٰ اس آیت میں اطاعت گزار کے ہیں [۳۷]

۵۔ نماز

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی میں نماز کو بھی اہم مقام حاصل ہے۔ توریت میں

اس کے لیے بعض مواقع پر "سرنگوں ہونے" اور بعض جگہ "دعا کرنے" کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔

"اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ ساری جو تیری بیوی ہے اس کو ساری نہ پکارنا اس کا نام سارہ ہوگا اور میں اسے برکت دوں گا اور اس سے تجھے ایک بیٹا بخشوں گا یقیناً میں اسے برکت دوں گا اور قومیں اس کی نسل سے ہوں گی اور عالم کے بادشاہ اس سے پیدا ہوں گے۔ تب ابرہام سرنگوں ہوا"۔[۳۸]

"خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدای قادر ہوں۔ تو میرے حضور چل اور کامل ہو اور میں اپنے اور تیرے درمیان عہد باندھوں گا اور تجھے بہت زیادہ بڑھاؤں گا۔ تب ابرام سرنگوں ہوگیا"۔[۳۹]

"تب ابرہام نے بیر سبع میں جھاؤ کا ایک درخت لگایا اور وہاں اس نے خدا سے جو ابدی خدا ہے دعا کی"۔[۴۰]

قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا مذکور ہے کہ مجھے اور میری نسل کو نماز قائم کرنے والا بنا دے:

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ	پروردگار مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری اولاد سے بھی (ایسے لوگ اٹھا جو یہ کام کریں) پروردگار میری دعا قبول کر۔
(ابراہیم - ۴۰)	

مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں حضرت اسماعیل کو آباد کرتے وقت بھی حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے اپنی نسل کو وہاں آباد کرنے کا مقصد یہی بتلایا تھا کہ وہاں رہ کر وہ نماز قائم کریں:

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ	پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصے کو تیرے محترم گھر کے پاس لا بسایا ہے۔ پروردگار یہ میں نے اس لیے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں۔
(ابراہیم : ۳۷)	

پھر جب حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے مل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی اس وقت اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ طواف و عبادت کی غرض سے آنے والوں کے لیے اس کی طہارت کا

اہتمام کریں :

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ	ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید کی تھی
اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ	کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف
لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ	اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لیے
السُّجُوْدِ ۝ (البقرہ : ۱۲۵)	پاک رکھو۔
وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ	یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم
الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا	کے لیے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز
وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ	کی تھی (اس ہدایت کے ساتھ) کہ میرے
الْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝	ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر
(الحج : ۲۶)	کو طواف کرنے والوں اور قیام و رکوع
	و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت ابراہیمی میں نماز کو نہ صرف بنیادی اہمیت حاصل تھی بلکہ نماز کے ارکان میں قیام رکوع اور سجود بھی شامل تھے۔

قرآن نے صحف ابراہیم کی جن تعلیمات کا حوالہ دیا ہے ان میں نماز بھی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَذَكَرَ	فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی
اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ...... اِنَّ	اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور پھر نماز
هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى	پڑھی..... یہی بات پہلے آئے ہوئے
صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝	صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی ابراہیم اور
(الاعلیٰ : ۱۴–۱۹)	موسیٰ کے صحیفوں میں۔

چنانچہ قرآن نے اہل ایمان کو رکوع و سجود کرنے، نماز قائم کرنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کے ارکان ہیں :

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ	(اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ) ابراہیم
مُصَلًّى	جہاں عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے
(البقرہ: ۱۲۵)	اس مقام کو مستقل جائے نماز بنا لو۔
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا	اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع اور

وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ	سجدہ کرو۔ اپنے رب کی بندگی کرو اور
وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ	نیک کام کرو۔ اسی سے توقع کی جا سکتی
تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ	ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔ اللہ کی
حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا	راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا
جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ	حق ہے اس نے تمہیں اپنے کام کے
حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ	لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی
(الحج: ۷۷ - ۷۸)	تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ
	ابراہیم کی ملت پر۔

۶۔ قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات طیبہ میں قربانی کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم سفر کرتے ہوئے جہاں بھی پڑاؤ ڈالتے تھے وہاں خدا سے دعا کرتے تھے اور قربان گاہ بناتے تھے۔ دعا کرنے سے عبادتِ الٰہی یعنی نماز اور قربان گاہ بنانے سے قربانی کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کتاب پیدائش میں حضرت ابراہیمؑ کے کئی ایک مقامات پر قربان گاہ بنانے کا تذکرہ ملتا ہے:

۱۔ "ابرام مقام سکم میں مورہ کے بلوط تک پہنچا۔ اس وقت ملک میں کنعانی رہتے تھے۔ تب خداوند نے ابرام کو دکھائی دے کر کہا کہ یہی ملک میں تیری نسل کو دوں گا اور اس نے وہاں خداوند کے لیے جو اسے دکھائی دیا تھا ایک قربان گاہ بنائی" [۴۱]

۲۔ "اور وہاں سے کوچ کر کے اس پہاڑی کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور اپنا ڈیرہ ایسے لگایا کہ بیت ایل مغرب میں اور عی مشرق میں پڑا اور وہاں اس نے خداوند کے لیے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی" [۴۲]

(مصر سے واپسی پر) "کنعان کے جنوب سے سفر کرتا ہوا بیت ایل میں اس جگہ پہنچا جہاں پہلے بیت ایل اور عی کے درمیان اس کا ڈیرہ تھا یعنی وہ مقام

جہاں اس نے شروع میں قربان گاہ بنائی تھی اور وہاں ابرام نے خداوند سے دعا کی۔"[۴۳]

۳۔" ابرام نے اپنا ڈیرہ اٹھایا اور ممرے کے بلوطوں میں جو حبرون میں ہیں جا کر رہنے لگا اور وہاں خداوند کے لیے ایک قربان گاہ بنائی۔"[۴۴]

قرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کا اعلانِ عام کرنے کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا:

لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا	تاکہ وہ لوگ وہ فائدے دیکھیں جو یہاں
اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ	ان کے لیے رکھے گئے ہیں اور چند مقررہ
عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ	دنوں میں ان جانوروں پر اللہ کا نام لیں
فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ	جو اس نے انھیں بخشے ہیں خود بھی کھائیں
الْفَقِيرَ ۝ (الحج: ۲۸)	اور تنگ دست محتاج کو بھی دیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایک بہت بڑی آزمائش کی۔ اور وہ یہ کہ آپ کو حکم دیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو میری راہ میں قربان کر دو۔ یہ ایک شدید آزمائش تھی لیکن عاشق صادق اس میں بھی کامیاب ہو گیا اور بے چون و چرا ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں مصروف ہو گیا۔ بالآخر ندائے غیبی آئی کہ مقصود صرف آزمائش تھی اس لیے اب ہاتھ روک لو۔ توریت میں واقعۂ ذبح کا تفصیلی بیان موجود ہے[۴۵] قرآن نے بھی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے رہتی دنیا تک کے لیے یادگار قرار دیے جانے کا تذکرہ کیا ہے:

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ	جب ان دونوں نے سرِ تسلیم خم کر دیا
وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ	اور ابراہیم نے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا
صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي	اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب
الْمُحْسِنِينَ، إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ	سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی
الْمُبِينُ، وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ	جزا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش
(الصافات: ۱۰۳-۱۰۷)	تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی فدیہ میں
	دے کر اس بچے کو چھڑا لیا۔

توریت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت آدمؑ کی طرح شریعت ابراہیمی میں بھی پہلوٹھے

کی قربانی کی جاتی تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پہلوٹھے بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا۔

۷۔ حج

شریعت ابراہیمی کا ایک اہم رکن حج ہے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی جگہ خانہ کعبہ کی تعمیر کی اور دعا کی کہ وہ انھیں ادائیگیٔ مناسک کا طریقہ بتلادے:

وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ: ۱۲۷-۱۲۸)	اور یاد کرو۔ ابراہیم اور اسماعیل جب اس گھر کی دیواریں اٹھا رہے تھے (تو دعا کرتے جاتے تھے) اے ہمارے رب ہم سے یہ خدمت قبول فرمالے۔ تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے رب ہم دونوں کو اپنا مسلم (مطیع فرمان) بنا ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا جو تیری مسلم ہو۔ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت سے نوازا اور مناسک حج بتلائے۔ ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا کہ وہ لوگوں میں حج کا اعلان کردیں تاکہ ان کے ماننے والے دنیا کے کونے کونے سے کھنچ کر بیت اللہ کی زیارت کو آئیں اور مناسک حج ادا کریں۔

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰي كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ○ (الحج: ۲۷)	اور لوگوں کو حج کے لیے اذنِ عام دیدو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور اونٹوں پر سوار آئیں۔

توریت میں خانۂ کعبہ اور حج کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس لیے کہ اس میں حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کا تذکرہ بھی لازم آتا ہے۔ چنانچہ یہود نے تحریف سے کام لے کر

وہ تمام تصریحات حذف کر دیں جن سے خانۂ کعبہ کی تعمیر اور حج کی فرضیت معلوم ہوتی تھی۔ اس کے باوجود اب بھی موجودہ توریت میں بہت سے اشارات ملتے ہیں۔ آئندہ دوسرے مقالے میں ہم اس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

۸۔ختنہ

ملت ابراہیمی کا ایک شعار ختنہ ہے۔ توریت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم سے کثرتِ ذریت کا وعدہ کیا اور یہ عہد لیا کہ اگر ان کی نسل توحید پر قائم رہی تو انھیں زمین پر اقتدار عطا کرے گا۔ اس عہد کو یاد دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ختنہ کو اس کی علامت قرار دیا:

> "پھر خدا نے ابرہام سے کہا کہ تو میرے عہد کو ماننا اور تیرے بعد تیری نسل پشت در پشت اسے ماننے اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے اور تم اپنے بدن کی کھلڑی کا ختنہ کیا کرنا اور یہ اس عہد کا نشان ہوگا جو میرے اور تمہارے درمیان ہے" [۵۲]

ملتِ ابراہیمی میں ختنہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاتا ہے کہ توریت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا:

> "اور وہ فرزند نرینہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اپنے لوگوں میں سے کاٹ ڈالا جائے کیونکہ اس نے میرا عہد توڑا" [۵۳]

چنانچہ یہ حکم ملتے ہی حضرت ابراہیم نے گھر کے سب لوگوں کو جمع کیا اور اسی روز خدا کے حکم کے مطابق ان کا ختنہ کیا۔ ان میں حضرت اسماعیل بھی تھے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر ننانوے سال اور حضرت اسماعیل کی تیرہ سال تھی [۵۴]۔ پھر اگلے سال جب حضرت اسحاق کی ولادت ہوئی تو حضرت ابراہیم نے ان کا بھی ختنہ کیا [۵۵]۔

حدیث میں بھی حضرت ابراہیم کے ختنہ کرنے کا تذکرہ ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اختتن ابراهيم وهو ابن ثمانين سنة بالقدوم [۵۶]	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسّی سال کی عمر میں قدوم (ایک اوزار) سے ختنہ کیا۔

موطا میں حضرت ابوہریرہ سے موقوفاً اور ابن حبان میں مرفوعاً مروی ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس سال تھی ابن حجر نے فتح الباری میں دونوں قسم کی روایتوں میں تطبیق کی کوشش کی ہے[۵۱]۔ بہر حال ختنہ کے وقت حضرت ابراہیم کی عمر کچھ بھی رہی ہو مگر اس کا ثبوت توریت اور حدیث دونوں میں موجود ہے۔

۹۔ اکرام ضیف

سیرت ابراہیمی سے بنیادی عقائد اور عبادات کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت کا بھی پتہ چلتا ہے چنانچہ توریت اور قرآن دونوں نے حضرت ابراہیم کی مہمان نوازی کا خاص طور پر تذکرہ کیا ہے۔ توریت میں ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین مردوں کو اپنے خیمہ کے قریب دیکھا تو ان سے ملنے کے لیے دوڑے اور فرمایا:

"اے میرے خداوند اگر مجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تو اپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیں بلکہ تھوڑا سا پانی لایا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھو کر اس درخت کے نیچے آرام کریں میں کچھ روٹی لاتا ہوں، آپ تازہ دم ہو جائیں تب آگے بڑھیں کیوں کہ آپ اسی لیے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں انھوں نے کہا جیسا تو نے کہا ہے ویسا ہی کر۔ اور ابرہام ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ تین پیمانہ باریک آٹا جلد لے اور اسے گوندھ کر پھلکے بنا اور ابرہام گلہ کی طرف دوڑا گیا اور ایک موٹا تازہ بچھڑا لاکر ایک جوان کو دیا اور اس نے جلدی جلدی اسے تیار کیا پھر اس نے مکھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جو اس نے پکوایا تھا لے کر ان کے سامنے رکھا اور آپ ان کے پاس درخت کے نیچے کھڑا رہا۔"[۵۳]

قرآن نے کئی مقامات پر اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے[۵۵]۔ سورۂ الذاریات میں ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ	اے نبی! ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت
الْمُكْرَمِيْنَ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا	بھی تمہیں پہنچی ہے جب وہ اس کے ہاں
سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ، قَوْمٌ	آئے تو کہا آپ کو سلام ہے اس نے کہا
مُّنْكَرُوْنَ، فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ	آپ لوگوں کو بھی سلام ہے، کچھ نا آشنا سے

فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ؟
(الذاریات: ۲۴-۲۷)

لوگ ہیں۔ پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور ایک (بھنا ہوا) موٹا تازہ بچھڑا لا کر مہمانوں کے آگے پیش کیا۔ اس نے کہا آپ حضرات کھاتے نہیں؟

قرآن کریم نے ان آیات میں بہت خوبصورتی سے مہمان نوازی کے آداب بھی بیان کر دئے ہیں۔

۱۰۔ انفرادی ذمہ داری

ملت ابراہیمی کا ایک اہم عنصر یہ عقیدہ ہے کہ ہر شخص اپنے کاموں کا آپ ذمہ دار ہے۔ جو جیسا کرے گا اسے اسی کے مطابق بدلہ ملے گا۔ اگر اس کے کام اچھے ہوں گے تو وہ اجر کا مستحق ہوگا لیکن اگر بدعملی کا مرتکب ہوا ہو گا تو اسے اس کے مطابق سزا ملے گی۔ نہ کوئی شخص پیدائشی گناہ گار ہے اور نہ کوئی دوسرے کے گناہوں کو بخشوا سکتا ہے۔ قرآن نے صحف ابراہیم کی جن تعلیمات کا حوالہ دیا ہے ان میں سب سے پہلے اسی عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے:

أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۔ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ
(النجم: ۳۶-۴۱)

کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟ یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور یہ کہ انسان کے لیے کچھ نہیں ہے مگر وہ جس کی اس نے سعی کی ہے اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی پھر اس کی پوری جزا اسے دی جائے گی۔

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ...... إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ

فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی ...... یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝ (الاعلیٰ :۱۴-۱۹) بھی کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

خلاصۂ بحث

پیش نظر مقالہ میں ملت ابراہیمی کے صرف چند اہم اور بنیادی عناصر بیان کیے گئے ہیں۔ ورنہ قرآن وحدیث، کتب تاریخ وسیر اور کتب مقدسہ کی روشنی میں کچھ مزید عناصر تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ اس مقالہ میں صرف انھیں عناصر کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھیں اہل کتاب نے ترک کر دیا ہے۔ باوجودیکہ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ابراہیم کے طریقے کے پیرو ہیں اور ابراہیم کا مذہب، ملت اور شریعت ٹھیک وہی تھی جس پر وہ عمل پیرا ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے ان تمام بنیادی عناصر سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے جو حضرت ابراہیم کی ملت کے ترکیبی عناصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس کے برخلاف اسلام ان عناصر کو ٹھیک ٹھیک وہی حیثیت دیتا ہے جو انھیں ملتِ ابراہیمی میں حاصل تھی[۵۵] اس حیثیت سے اسلام بعینہٖ انھیں ارکان وعناصر پر مشتمل ہے جو ملتِ ابراہیمی میں پائے جاتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ وہ ملتِ ابراہیمی کی تجدید کریں اور اہلِ کتاب کو (جنھوں نے اسے ترک کرکے خواہشات نفس کی پیروی شروع کر دی تھی) ملت ابراہیمی کی اتباع کی دعوت دیں۔ چنانچہ قرآن نے اہلِ کتاب (جو تحریف شدہ یہودیت اور نصرانیت کو ہدایت کا ضامن قرار دیتے تھے) کی تردید کرتے ہوئے ملت ابراہیمی کی اتباع کو موجب ہدایت قرار دیا اور انھیں اس کی اتباع کی دعوت دی:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (البقرہ-۱۳۵)	یہودی کہتے ہیں: یہودی ہو تو راہ راست پاؤ گے عیسائی کہتے ہیں: عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ملت ابراہیمی کی پیروی کرو اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔

تعلیقات وحواشی

سلہ لسان العرب۔ ابن منظور دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء ۱۱/۶۳۱

۵۲ تفسیر طبری جزو/۲۳ صفحہ ۸ المطبعۃ الکبری مصر ۱۳۲۹ھ
۵۳ ترمذی، کتاب الفرائض باب ماجاء فی ابطال المیراث بین المسلم والکافر
۵۴ ایضاً ۵۵ صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ماجاء فی قاتل النفس
۵۶ ترمذی، کتاب القدر باب ماجاء کل مولود یولد علی الفطرۃ
۵۷ ترمذی، کتاب الایمان باب افتراق ہذہ الامۃ، یہ روایت ابو داؤد، دارمی اور مسند احمد میں بھی مروی ہے۔ ترمذی نے کہا ہے: ھذا حدیث حسن غریب۔ ۵۸ ترمذی، ایضاً۔
۵۹ المفردات فی غریب القرآن۔ راغب اصفہانی دار المعرفۃ بیروت ص۴۷۱
۶۰ لغات القرآن جلد پنجم۔ مولانا سید عبدالدائم جلالی۔ ندوۃ المصنفین دہلی طبع اول ۱۹۶۱ء ص۴۳۹-۴۴۰
۶۱ المفردات ص۴۷۱ ۶۲ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۂ قصص باب قولہ انک لاتہدی من احببت اور کتاب الجنائز باب اذا قال المشرک عند الموت لاالٰہ الااللہ۔ یہ روایت صحیح مسلم، سنن نسائی اور مسند احمد میں بھی مذکور ہے۔ ۶۳ لغات القرآن پنجم ص۴۴۲
۶۴ المفردات ص۴۷۲ ۶۵ لسان العرب ۶۳۱/۱۱
۶۶ مثلاً حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذا دخل المیت القبر قال بسم اللہ و باللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ (جب میت کو قبر میں داخل کیا جائے تو کہے اللہ کے نام سے اور رسول اللہ کی ملت پر) ترمذی کتاب الجنائز باب ماجاء مایقول اذا دخل المیت قبرہ۔
۶۷ حضرت ابراہیم کی طرف منسوب بعض کتابیں آج بھی ملتی ہیں مگر ان کی صحت کا کوئی اعتبار نہیں ہے مثلاً ایم آر جیمس نے ۱۸۹۲ء میں کیمبرج سے The Book of ABRAHAM نامی ایک کتاب یونانی زبان سے ترجمہ کرکے شائع کی۔ یورپی زبانوں میں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں (تفسیر ماجدی) اسی طرح لندن میں ایک مسیحی ادارے نے ۱۹۲۷ء میں The Testament of ABRAHAM کے نام سے ایک کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جس کا ترجمہ جی ایچ بوکس نے یونانی زبان سے کیا تھا۔ غالباً اصل کتاب عبرانی زبان میں تھی جس کا پہلی صدی عیسوی میں یونانی زبان میں ترجمہ ہوا تھا (تفسیر عبداللہ یوسف علی)
۶۸ خود توریت و انجیل میں یرمیاہ نبی حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کی زبانی یہود کی تحریفات اور دروغ گوئیوں کی جابجا شہادتیں ملتی ہیں۔ اس موضوع پر سب سے مستند کتاب مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی اظہار الحق (دو جلدوں میں) ہے جس میں انھوں نے کتاب مقدس کی سیکڑوں تحریفات بیان کرتے ہوئے خود عیسائی علماء کی شہادتیں پیش کی ہیں۔ موجودہ دور میں شیخ احمد دیدات نے اس موضوع پر قابلِ قدر کام

انجام دیا ہے اور اس پر ان کی کئی تصانیف ہیں۔

۱۹ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں عراق، شام اور مصر میں بت پرستی کے رواج کی تفصیلات جاننے کے لیے درج ذیل کتابوں کا مطالعہ مفید ہوگا۔ تاریخ ملل قدیمہ سینوبس فرانسیسی اردو ترجمہ سید محمود اعظم فہمی مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ ۱۹۲۱ء/ ۱۳۳۹ھ - الدیانات القدیمہ، محمد ابو زہرہ۔ دار الفکر العربی مصر، خطط الشام۔ محمد کرد علی۔ دار العلم للملایین بیروت ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء الحضارۃ المصریہ۔ گوستاف لوبون عربی ترجمہ۔ م صادق رستم۔ المطبعۃ العصریہ مصر۔ ارض القرآن سید سلیمان ندویؒ دار المصنفین اعظم گڑھ ۱۹۵۵ء۔

۲۰ کتاب یشوع باب ۲۴ ، ۲

۲۱ انجیل برناباس اردو ترجمہ آسی ضیائی مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی فصل ۲۶ ص ۵۴

۲۲ انجیل برناباس فصل ۲۹ ص ۱۲۱

۲۳ مثلاً دیکھئے الانعام ۷۴ - ۸۳ ومابعد، الانبیاء ۵۱ ومابعد، العنکبوت ۱۶ - ۱۷، الصافات ۸۳ ومابعد الزخرف : ۲۶ - ۲۷ وغیرہ۔

۲۴ بت شکنی کے اس واقعہ کا تذکرہ انجیل برناباس میں بھی موجود ہے البتہ اس کا بیان بعض چیزوں میں قرآن سے کچھ مختلف ہے۔ تقابلی مطالعہ کے لیے دیکھئے انجیل برناباس فصل ۲۸ ص ۵۷ - ۵۸

۲۵ تفسیر ابن کثیر ۲۱/۶ ۲۶ ایضاً ۲۰۲/۲

۲۷ کتاب پیدائش باب ۱۵ ، ۶ ۲۸ عبرانیوں کے نام پولس رسول کا خط باب ۱۱ ، ۸ — ۱۹

۲۹ کتاب پیدائش باب ۱۲ ، ۱ - ۴ ۳۰ انجیل برناباس فصل ۴۵ ص ۸۲ - ۸۳

۳۱ کتاب پیدائش باب ۲۲ ، ۱۰ - ۱۲ ۳۲ ایضاً باب ۲۲ ، ۱۶ — ۱۸

۳۳ ایضاً باب ۱۷ ، ۱ - ۲ ۳۴ ایضاً باب ۱۸ ، ۱۷ - ۱۹ ۳۵ کتاب نحمیاہ باب ۹ ، ۵ - ۸

۳۶ تفسیر ابن کثیر ۲۴۴/۴

۳۷ التکمیل فی اصول التاویل۔ مولانا فراہیؒ دائرہ حمیدیہ ۱۳۸۸ھ ص ۵۹ نیز ششماہی مجلہ علوم القرآن جولائی تا دسمبر ۸۶ء میں راقم کا مقالہ "لفظ امت کی تحقیق" ص ۳۶ - ۳۸

۳۸ کتاب پیدائش باب ۱۸ ، ۱۵ - ۱۷ ۳۹ ایضاً باب ۱۸ ، ۱ — ۲

۴۰ ایضاً باب ۱۸ ، ۲۳ ، حضرت ابراہیم کے دعا کرنے کا تذکرہ اور کئی مقامات پر ہے مثلاً دیکھئے کتاب پیدائش باب ۱۳ ، ۱۷، باب ۱۴ ، ۸، باب ۱۳ ، ۳ - ۴

۴۱ کتاب پیدائش باب ۱۲ ، ۶ - ۷

۴۲ ایضاً باب ۱۳ ، ۸ ۴۳ ایضاً باب ۱۳ ، ۳ - ۴ ۴۴ ایضاً باب ۱۳ ، ۱۸

۴۵ ایضاً باب ۲۲ ، ۱ - ۱۹

سے۴۶ پیدائش باب ۴ میں ہے کہ "اور ہابل بھی اپنے بھیڑ بکریوں کے کچھ پہلوٹھے بچوں کا اور کچھ ان کی چربی کا ہدیہ لایا اور خداوند نے ہابل کو اور اس کے ہدیہ کو منظور کیا۔" سے۴۷ کتاب پیدائش باب ۱۷ ۹-۱۱

سے۴۸ ایضاً باب ۱۷ ۱۴ سے۴۹ ایضاً باب ۱۷ ۲۳-۲۷ سے۵۰ ایضاً باب ۲۱ ۴

سے۵۱ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا

سے۵۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری - ابن حجر جلد ۶ ص ۲۴۵ باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا

سے۵۳ کتاب پیدائش باب ۱۸ ۳-۸ سے۵۴ سورۃ الذاریات - ۲۴ کے علاوہ یہ واقعہ الحجر - ۵۱ و مابعد اور ہود - ۹۶ و مابعد میں بھی بیان ہوا ہے۔ سے۵۵ یہود نے ملت ابراہیمی کے کن کن عناصر کو ترک کر دیا ہے، عیسائیت میں اس کے برخلاف کون سے گمراہ کن نظریات وضع کر دیے گئے ہیں اور اسلام میں ملت ابراہیمی کے ان عناصر کو کیا اہمیت دی گئی ہے۔ یہ ایک تفصیل طلب موضوع ہے جس پر انشاء اللہ آئندہ دوسرے مقالے میں بحث کی جائے گی اور خود توریت، انجیل اور قرآن کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے گا۔

اعلان ملکیت سہ ماہی تحقیقات اسلامی - فارم ۴ رول ۹

۱۔ مقام اشاعت: پان والی کوٹھی۔ دودھ پور، علی گڑھ یوپی
۲۔ نوعیت اشاعت: سہ ماہی
۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری
۴۔ قومیت: ہندوستانی
پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ - یوپی
۵۔ ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری
پتہ: پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ، یوپی
۶۔ ملکیت: ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی
پان والی کوٹھی، دودھ پور۔ علی گڑھ، یوپی
بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی
(۱) مولانا محمد فاروق خاں (صدر) ۱۳۵۳، بازار چتلی قبر، دہلی ۶
(۲) جناب افضل حسین (رکن) "
(۳) جناب سید یوسف (رکن) "
(۴) جناب امین الحسن رضوی (رکن) ہمدرد نگر - نئی دہلی۔
(۵) ڈاکٹر محمد رفعت - شعبۂ فزکس - جامعہ ملیہ - نئی دہلی۔
(۶) مولانا کوثر یزدانی ۱۳۵۴ - بازار چتلی قبر - دہلی۔
(۷) ٹی۔ کے عبداللہ صاحب الاتھن کنڈی ہاؤس، ویلیری کالی کٹ
(۸) ڈاکٹر حمید اللہ - شعبۂ انگریزی - مسلم یونیورسٹی - علی گڑھ
(۹) ڈاکٹر احمد سجاد - برِیاتو ہاؤسنگ سوسائٹی کالونی طارق منزل رانچی
(۱۰) مولانا سید حامد علی - میران پور کٹرہ - شاہجہاں پور - یوپی
(۱۱) سید جلال الدین عمری (سکریٹری)
پان والی کوٹھی، دودھ پور، علی گڑھ۔
مندرجہ معلومات میرے علم و یقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔
پبلشر: سید جلال الدین عمری